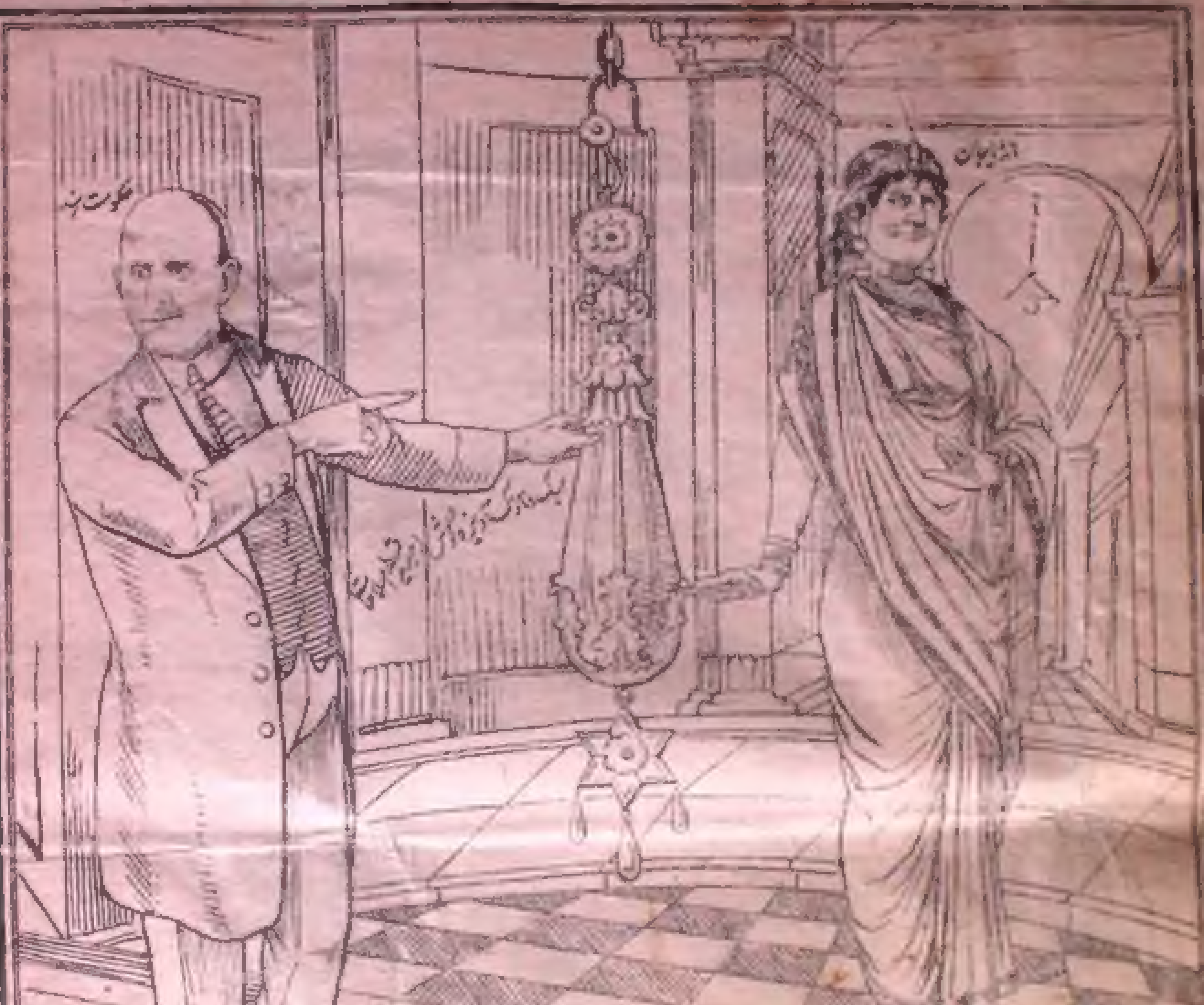


سنہ ۱۹۳۰ کا متوقع منظر

حکومت ہند ۔ دیکھو دیکھو بھائیو ۔ یہ ماسٹر کی ۔ ہم تو دیتے ہیں یہ انکار کرتی ہیں ۔ اتنا بڑا بندا گراں کے بھاری نہیں ؟

انڈیا جان ۔ مگر والا شیشہ موتی جڑا ۔ بھاری ۔ جھگر ۔ یہ گھر رہے کی چندا ۔ چھوٹا پڑے دوسرا جس نے کان ؟

جلد ۱۴ مضامین عنبر نمبر ۱۵

۲۲ اپریل ۱۹۲۹ء

بادۂ کہن یعنی کلام میر حسن

مثنوی محکمۂ ... سام ۳ ... حصہ جو لکھنؤ کی ... شکل تھا ... ذکر کر چکا ہوں ... کی مزید ... پیش ... مختصر کیا جاتا ہے۔ ... اس ... سے خارج نہیں ہوا ... بعض ... نشان ... نہیں ... ہوں ... بھی معلوم ہو کہ ... مثنوی ... جو ... ہوئی مثنوی کا منقول ... صحیح ... نسخہ ... خوش خط کاتب صاحب کی منایت سے ... کچھ ... رہ گئی ہیں ... نسخہ کی تلاش ہو۔

سرمست میر حسن مرحوم کے کیسی ... کا حال ... اور ان کے ... حضرت میر تقی ... سے ... کی ... گرد ... کچھ ... ہو ... اگر ... ساتھ ... پیش کر کے ... کیا ... ہے (غالباً یہ مثنوی ابھی تک نہیں چھپی) بازدید «فلاسفر»

مثنوی در ہجو مکان

ہے عداوت فلک کو یہ جب سے / کس نے دیکھا ہو ایسا گھر تب سے
ہم کو دیا یا ہے واں اک گھر / دور رہیے کے جیسی کرائے پر
جان سے میں ہوں تنگ اس سے لگ / گھر نہیں ہے وہ ایک بلا کا روگ
پہلی اس گھر کی خوبی یہ پائی / آتے ہی گھر میں مجھ کو تپ آئی
کٹ کے ہے اس کر گیا سارا / چلتے ہی گھر سے مجھ کو سہارا
صحن ٹھیک ہے یہاں نہ نکل / چلتے ستون چمک کا کھا جا کال
صحن ہو سکا بتاؤں کس مقدار / ایک دو تین چار پائی دار
پانچ بتی کا کہنہ سا چھپر / ساتھ سایہ کے دھوپ کی ٹکر
ٹوکا پاؤں سر کا ٹک دالان / تیسرا اس ٹوٹی جھونپڑی کا نشان
سیڑھی اک بانس کی پرانی سی / آنے جانے کے واسطے ہے لگی
رات دن جس کے دل میں خطرہ ہے / پاؤں پھسلے تو پھر عدم کو رواں
تپ سیڑھی بہ رک کے دامن گیر / کھو بیٹھ کے پٹ سے پھر ... پیر
جان کو کھیلا سبب ہے کر کے لات / بن گئی ایک جا بچھونا رات
زندگی سے ادھر کے صحن کو ساز / چار سو جا بجا نشیب و فراز

انقراض بھسوں کو دم بدم / گھٹتے ہیں پاؤں پہ نمک کا قدم
نو بلیغ نہ واں مکان منفرد / دو ذرا پاؤں کو واں نہیں ہے تمد
ایک بچہ کی دھری ہو صحن کے بیچ / صحن میں جا سکے مخروط کی بیچ
تب رو شنیاں برائے اوٹ / دھکا جا دیجیے ہولے خاک پہ لوٹ
صحن میں گھر کی کا نہ ہو کا حال / گھر کے پانی کا گھر کی سمت نکال
پانی مجبور کس طرف جائے / وہیں جلنے جدھر کو گھر پا دے
ڈیوڑھی کا بند کیجیے جب در / بیٹھیے جا ضرور تب جا کر
آنے والا جو کوئی آ جائے / بند دروازہ دیکھ پا جا دے
یعنی در جو کھلا نہیں پایا / کوئی ہے جا ضرور کو آیا
نو ڈیوڑھی جو کوئی گھر آئے / تو بھلا ایک دم ٹھہر جائے
ان اجازت کبھی جو لے بقال / اوس کی دکان میں ٹھہرے پی اکال
بسکہ دروازہ ہے سر بستہ / رات دن رو رہے ہوکے بستہ
تب ہمسایہ ہے جو اک بقال / نلی کا اوس کی ہو ادھر کو ڈھال
گھر سے بنئیے کے وہ جو چلتی ہے / سو وہ ڈیوڑھی سے ہو نکلتی ہے
گندگی سے بھری ہی رہتی ہے / گھر کی دن رات ناک بہتی ہے
ڈیوڑھی جو ہے سو اس کی یہ خوبی / ساری رہتی ہے کفر میں ڈوبی
بیچتے ہیں سب بیٹھ کر دامن / ناکسی کا نہ ہووے تر دامن
تب پڑے ہے کیچڑ ازدامن اینچ / گھو پیچ رکھتا ہو اور سے اڑ اینچ
مجھ سا مجبور اس جگہ پہ گرے / ورنہ جھکے نہ کوئی آکے پھرے
نہ سنا میں نہ میں کہیں دیکھا / گرم ایسا تو گھر نہیں دیکھا
گرم ہونے کا اوس کے کیا مذکور / دیکھ کر گرم جس کو ہو وے تنور
گھر میں ہوں دھوپ کا سبب ہی / گھر سے نکلے نہ آفتاب کبھی
ٹوٹا پھوٹا جلا عجب سا را / دھوپ سے گرم جیسے انگارا
جیسے آبی ردا دی ادھر سے کم / زرد خاکی ذرا سی کا ہے بسم
دن کو وہاں چھاؤں کی نہ ملے / دھوپ سے آنکھیں ہوگئی ہیں سپید
اس دیوار کے ہے ایک اڈہ / چھاؤں پر اپنے وہ کرے گھمنڈ
دھوپ گر کر وہ گیا ہے سو کھ / رو کھو جس جا نہیں زندہ ہر روکھ
سو وہ دیوار پر رہے ہے چھاؤں / بیٹھنے کا وہاں نہ ٹھور نہ ٹھاؤں
حق بجانب بچانے والی کا / جل کے اس جا جو رہ گئے سو بجا
سر پہ دھوپ اور سامنے کی آگ / کیوں نہ جانے بعشار اوس کی بجا
کون سا گھر ہے ان کو جاہ نہیں / کیونکہ یہاں بن جا کنویں بنا نہیں
پاں کنواں ہی نہیں مزا ہے یہ / کس کا یہ گھر ہے کیا بلا ہے یہ
خوب یاں کا کھلا جو ہم پہ بھید / چاہ کی جا ہے چشمۂ خورشید
دن کو آنکھوں میں ہم بھی پانی / رات لکڑوں سے قطرہ افشانی
گھر سے باہر جو ہم نکلتے ہیں / اندھوں کی طرح راہ چلتے ہیں

دوہرے اس جاڑے وہ بہشتی مرد ۔ جس پہ ہمسایہ کی کچھ نہ پڑے گرد

بسکہ ہو بیٹھا ہے جو تپتی زمیں ۔ پاؤں ثابت کہیں ٹھہرتا نہیں
جھاڑ دینے پر خاک اڑتی ہوئی ۔ سر پہ چلے ہے آندھی جوں
حال چلنے میں ہر قدم یہ حال ۔ جوں بگولہ کسی کے ہو دنبال
گر چلے تند و تیز شب آندھی ۔ گرد کو ہاں کی پوچھے کب آندھی
پانی چھڑکے سے خاک ہو اس جا ۔ یاں سمندر سے گرد ہے دریا
رات دن چار طرف گرد و غبار ۔ جیسے دائم کسی کو ہووے بخار
گرد میں صورتیں اٹی ہیں سب ۔ اٹی کی صورتیں بنی ہیں سب
لپٹے ہم جھاڑتے ہیں بیل و دھار ۔ دھوبی دھوتے ہیں جیسے کپڑے اتار
آستینوں کے تئیں جھٹکتے ہیں ۔ کبھی دامن کے تئیں پٹکتے ہیں
گھیرے رہتے ہیں اس طرح میلے ۔ جوں تیمم کی خاک کے تھیلے
اوجلے رہنے کو جان ترستی ہے ۔ چھت سے خاک اس طرح برستی ہے
تن پہ اپنے جو دھیان کرتے ہیں ۔ خاکساری کے مارے مرتے ہیں
گرد آلودہ ہاتھ دامن کے ۔ گرد خاک ہو گئے بن کے
دیوے کس کس کو روز پوشاکی ۔ کیا کرے مجھ سا بندہ خاکی
فرش سارا ہے خاک سے یکساں ۔ بوریا نقش بوریا ہے یہاں
ہو گئے مارے خاک کے باسن ۔ جیسے کچے ہوں چاک کے باسن
طاق پر تھے جہاں جہاں جزدان ۔ ہو گئے گل کے سب وہ ریگستاں
خاک بھر بھر کے یوں ہوئی ہے دوات ۔ جیسے آندھی میں ہو اندھیری رات
تھے دھرے وہ جو خاص عام قلم ۔ ریگ ایسی ہوئے تمام قلم
جھاڑتے جھاڑتے بیاض کتاب ۔ حرف مٹ مٹ کے ہو گئے ہیں خراب
گرد سے دم رکے ہے بند ہو ناک ۔ سو جبھی ہیں شعر و شاعری کیا خاک
بسکہ ہے خاک خاک کام و دہن ۔ کر کرے ہو گئے ہیں میرے سخن
کرتے ہم ہیں اور یہی گھر ہے ۔ کھانا پڑتا بھی خاک تھر تھر ہے
کھانا گر کچھ پکا کے لاتے ہیں ۔ کر کرے سارے خاک کھاتے ہیں
سان آٹا نہ کوئی سانے گا ۔ خوب جب تک نہ خاک چھانے گا
کیا کہیں کس طرح سے جیتے ہیں ۔ خاک کھاتے ہیں اور لہو پیتے ہیں

یہ دیمکوں کا ہے بس اوپر زور ۔ اس جگہ وہ مثل ہے جو ہے مشہور
ناک دم ہے ہر ایک جا پر ہے ۔ گھر نہیں ہے دیمکوں کا لشکر ہے
کی تھی ہوائی جو بستیاں کی ۔ مور نے سو جگہ وہ تھی یاں کی
چھت سے گر گر کے سب یہ بیٹھتی ہیں ۔ در و دیوار سے ابلتی ہیں
جیسے کچھ جھاڑ دے … ۔ چلی آتی ہے دیمکوں کی ریل
… ۔ کر دیا سارے گھر کو خاک سیاہ

چیونٹیوں کی یہ بڑی ہر گھر کی نہیں ۔ جائے اس گھر سے یہ کلنگ کہیں
پاؤں رکھتے ہیں دیکھ دیکھ سنبھل ۔ تا انھوں میں سے کوئی جائے نکل
گھر سے باہر جو ہم نکلتے ہیں ۔ خوف سے دور جل چلتے ہیں
گھس ہیں آگے میں … ۔ سب بچے … کوند گالی ہیں
کھو دے جا ہیں گھر سے جنتر گری ۔ بیچ کر … چیونٹیوں کی اک ٹبری
ہر جگہ ہوئے چیونٹیوں کی لکیر ۔ چار سو جوں چلے حبش کا سیر
آہنی تھا اگر یہ گل گھر بار ۔ مورچے کھا گئے در و دیوار
ان سیاہوں نے یوں کیا ہے آ ۔ دن کو رہتی ہے گھر میں کالی رات
اوڑھ کمبل کو گویا ہوا درویش ۔ یہ روز سیاہ آیا پیش
کنکروں سے زمیں کے نوشہ ہے ۔ یوں ہے جیسے بلا و نذر وشتاں ہے
ہو گئی اُڑ کے چیونٹیوں سے دو دار ۔ ہو گئی ہے زمین بھی بیمار
بنی اوجلی ہے جا بجا ان کے ۔ نہیں اب تک ہیں … صاف ان کے
اوجلی ہے چیونٹیوں سے گلی ۔ تا ابھی دور … وہ جلی
یہ زمیں پر آسماں ہیں … ۔ …
تیرا ل فلک میں کرتی ہے چھید ۔ … کے ساتھ آفتاب خورشید
آسماں سے جو تنگ ہے رو دیا ۔ چاند کو کر دیا ہے …
کیوں نہ اب فلک … تنگ … ۔ جو ان کی …
یہ نہیں آسماں … ۔ … کر دیا ہے
جا گئی ہیں فلک کو چیونٹیاں ۔ پہنچی ہیں … کو چیونٹیاں
گندم و جو کا کیا ہے یاں ۔ کر دیا ہے زمیں کو غربال
کیا لکھوں ان کا حال عجب ۔ جو دھرا گھر میں چیز ہو غائب
گھر کا بھیدی ہے کون غیر از دود ۔ یہ نہیں ہے چھپا اور کالا چور
کیوں نہ ہو اگر خزانوں پہ دراج ۔ تحت میں ان کے ہے تمام اناج
کوئی ان سے نہیں … عرض بچ ۔ کر دیے خاک چاولوں کے کھچ
مونچھ کو منہ میں لے کے … ہیں ۔ اس کے سر پہ ہو … دیتی ہیں
ہیٹ گیہوں کا کر دیا ہے چاک ۔ کھینچ لیں پر … کی اونچی ناک
آٹا تو ان کے آگے ہے بھوسی ۔ جس کی خاطر کریں یہ جاسوسی
کنکی اور باجرا کیا یکساں ۔ خاک سے سب ملا دیا ہے دال
کیا انھیں گو اناج میں ہو خلل ۔ ہر گئے رنگ کے گل … چاول
دیکھ ان کو مربے کا قتلا ۔ شیرے میں ہو کے … ہے تیلا
دیکھ شکر کا حال ان سے تباہ ۔ ہو گیا ہے سفید قند سیاہ
جو تم تک … انھوں نے … ملا ۔ جس طرح … کا …
مصری کو جس گھڑی چیونٹیوں نے پایا ۔ قند نے اپنا منہ لپیٹ لیا
الغرض جس جگہ مٹھائی ہے ۔ ان کی وہاں ہر طرح رسائی ہے
نہ بچا … کمتل اور نہ انار ۔ ان نے سب کو کر دیا مسمار

جھگڑوں کا جب تماشا ہی ہے — رہ گئے پر بھی کو سیاہی ہے
ہوں مگر کوئی سر سرا دے کر — جھوٹی پر خیال جاوے ہے
کیونکہ کافر وہی ہے کئی — ہوں گا اس سے بڑھائی پوری
دیکھو ان کے چلن ہے وہ جگ — جاگا بھی دل کو سے پڑے بھاگ کر
بھلائی جب پڑ آتی ہے — بڑیاں آرزو کھاتی ہے
ہر تو انسان ہیں پڑ دیکھیں — جھوٹی دیکھ کر سر کٹتے رہیں
کر گئی آگے وہ ہے آکار — اب تو یہ کاٹنے لگی ہر بار
مردم آزاری پر جو باندھ کر — ٹکڑے میں جھوٹی لے ہے
دیکھ کر ہم کو اس جگہ ضعیف — بھلائی کرے ہو ور ضعیف
رات دن ہم سے جھگڑتی ہیں — مونچھ باندھ باندھ لڑتی ہیں
وہ بھی ہم کو دیوے ہے دہکا — آجکل ہم پہ زور ہے سب کا
خوب اس گھر میں ہو چکا تجربہ — اس جگہ کا حسن گزرت کر
جگہ ہی ہم غریبوں کی گزران — مجبور ہو گیا پہلو کیا میدان
یاں سدا کس کی زندگانی ہے — ہے تو دنیا سرائے فانی ہے
اسکی ہستی ہے اپنا وہم و گمان — چشم پر نور ہے یہ جہان
کس کا گھر کس کی بات کس کا زور — کو سلیماں کجا ہے لشکر و ور
لے خوش لطف جنھوں نے جو ہزار — ان کے جھگڑوں سے تیج رہا گھر بار
ہوگئے شمع بزم خاک نشیں — گھر کو اپنے سمجھ کے زیر زمیں

گر سمجھو تو غنیمت ہے
ورنہ یہ مثنوی نصیحت ہے

تمام شد

سرکاری مُلّا

شور ہے ہر سے ہیں آپس میں
کرے مُلّا کو سلطنت بس میں

حضرت مولانا۔ ماشاءاللہ بعض تجویزیں صاحبان عقل کی ایسی کوڑی تک پہونچتی ہیں کہ دنیا پیدا کر دیتی ہیں اور یہی جاہتا ہے کہ مجوز کا منہ چوم لیجئے۔ جناب وہ بقول بعض کے ہونے جوگا ہی کیوں نہ ہو۔ منہ میں آنت ہو نہ پیٹ میں دانت۔ یا وہ سفید داڑھی رکھ کے جنگل میں خانہ گم کردہ خرگوش کی طرح اپنا ہی کیوں نہ پھرے۔

کیا بات ہے ہمارے پادری فرگوسن ڈیوی کی جو ایک قرن تک ہندوستان میں رہ کے مولویوں اور پنڈتوں کی بالی کا لطف اوٹھا لیجے۔ اور اب عاجز ہو کے یہ کہتے ہیں بندگان ہمکو حکومت خود ہی اپنے ٹاپے میں کیوں بند نہیں کرتی جو روز روز کی مجبوری سے کہیں ہم بھونے نہ جائیں۔ پنڈت جی کی گپ اور مولوی صاحب کی تکرار ذرہ برابر تبلیغ موافقت کا بین آواز جو دل تک پہونچ سکتا ہو میدان داری نہیں کی مگر اس میدان داری کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تنخواہ کے دانے پانی کی لالچ میں یہ فساد کرنے سے باز رہیں گے۔ اور وہ ٹبلی کی چھت پر گرتے پڑتے ہو کر صدا دینگے کہ سرکار کے بھائیو آپس میں لڑو نہیں۔ مل جاؤ مگر دوں کریں۔

ابی مولانا۔ یہ پادری صاحب بھی کچھ پوچھی ہے رہیں سے مجلا ہماری گورنمنٹ کو خود ہی ملا ہو سکتے پانے کی غرض ہی کیا ہے۔

سنتے ہیں کہ حضرت سلیمان پیغمبر تھے ساری دنیا پر حکومت کرتے تھے مگر بھی پیٹ پالنے کے لیے زنبیل بافی اور حصیر سازی کرتے تھے بیت المال سے صرف پانی اور کھجور کی تیلیاں لے کے زنبیل بنانے لگے۔ شام کو دہی جنابی بار زنبیل بک کے آئی اور افطار و سحر کا سامان مول لیا جاتا۔ آپ کا دل دنیا کے فسادات سے اوب گیا دعا مانگی کہ اے اللہ ساما شہر سلیمان کے دم فریب سے آزاد ہو کے تیری محبت میں مبتلا ہو جائے تو کیا اچھا ہو یعنی خداوندی طاقت کو کام میں لا کے سبھوں کی اختیارات فساد و کساد و غفلت سلب کر لے۔ دعا تھی معصوم اللہ رب نظام عالم کا اگر اپنے پیغمبر کو بتانا چاہتے تھے میل دعوؤں نے تھوڑے دنوں کے لیے سارا شہر ان کو بھی بھول گئے۔ خلقت کی آنکھیں کھل گئیں دل میں نور عرفان کی چمک پیدا ہوئی بچہ بالا بوڑھا جوان مرد سب دیکھئے وضع و متاع دنیا سے متنفر ہے سب نے گھر بار چھوڑا اور تسبیح مصلے لے کے نماز پڑھنی شروع کیں۔ ان کا غلام زنبیل لیے بازار میں گیا خریدار تلاش کرتا رہا اس بازار سونی پڑی تھی ایک آدھ ملا بھی ادھر سے زنبیل کی طرف دیکھا۔ زنبیل کا ہے کو خریدا بند کئے جیسے دیکھتے ہی رقت طاری ہو گئی۔ ہائے کس زندگی کے لیے حلم و سامان دنیا کا ذخیرہ کروں۔ بابا مرگ قریب ہے۔ دنیا فانی ہے۔ اب نہیں سراب پڑ جیسے خالی ہاتھ دنیا سے جانا ہے تو سے زنبیل کی ضرورت کیا ہے اپنی زنبیل۔ کوئی ایسی زنبیل بنا جس میں تو شہ آخرت رکھوں۔ مسافر ہوں جزو لا دین بسیرا۔ —

وقدت علی الکریم بغیر زاد — من الحسنات والقلب السلیم

تحمل الزاد اقبح کل شئی

انما کان الفخر علی الکریم

(بغیر توشہ تالب سلیم حسنات کے ایک کریم کی
بارگاہ میں جانا ہوں زادرہ کا بار و لے جانا آپ سے
برا ہے جب ایک کریم کی بارگاہ میں جانا ہو۔)

غلام بھی حضرت سلیمانؑ کی دعا کے زیر اثر متنا
اصحابانہ وعظ سنتے ہی رو دیا اور زمین بھینک کے
سید صاحب عبادت خانہ میں تھا۔ حضرت بھی فاقے
گزر گئے اب گر خدائی انتظام کا ذہن
مبارک میں آیا کہ برگ سے غفلت پرستی
و آبادی دنیا کے واسطے ایک ضروری
چیز ہے آپنے اپنی دعا واپس لی پھر وہی
چہل پہل وہی ہنگامہ پھیر دیں رونق بازار
کون پادری صاحب سے کہے کہ ہوش کی
دوا کیجئے ؎

کاروبار زینہ سیت تجاری

یہ روز انتظام عالم میں۔ فساد کی جڑ یہ
دنیا کا وجود قائم ہو۔ بھلا اس کو بھی
نیکی آپ بتا سکتے ہیں جس پر دنیا جبر تحقیق
خود احمد میاں متواتر اسباب کی تصریح
کر چکے۔ آپ پادری ہیں مقدس
بائبل کا مطالعہ آپ کا منصبی فرض ہے
آپ کو بنی اسرائیل کے قصے یاد ہوں گے
ان قصوں کی طرف توجہ کرنے کی ہدایت
کرنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ احمد میاں نے
ذرا نہیں بلکہ اپنے خاص دخالص ہندو
کے نسبے نیکی و نکوکاری پر تعفن پیسے کی دعوت دی
مگر سنت کون پر فرماتے ہیں۔

اللہ کرتے وہ ہے حسرت ان جندوں پہ جو
ہم پر سبقت لے گئے اور ان کے پاس بھیجا گیا جس کا حکم ان پر
انہوں نے دیدیا۔

خدا کے آگے حکومت وقت کیا مال ہے جان بخشواللہ
والوں اور پیشواؤں کے ہونٹ پر اتحاد و اتفاق کی
گرہیں پہنچیں گی۔ سلام عرض ہے تسلیم بجا لاتی ہوں میں
کی شوہر کی ہر تعلیم راہ کیا اتفاق ہے ؎

زمیں شور سنبل بر نیارد
در و تخم عمل ضائع گرداں

اسکے علاوہ دو تین واعظوں کے وعظ بھی کیا جن کے
معاہدہ میں شیخ فرید و ربنل میں آتیں
بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر
این چنیں تسبیح کے دارد اثر

ہم واسطے فساد و کیند دل کی جنس بازار میں بہت
اور صلاح و تقوے کی جنس ارزاں ہے بسا گر حکومت نے بھی



تجویز پر عمل کیا تو مولانا اور پنڈت جی بھی تمام دنیا کو
دکھلی پڑے گی۔ اور قصور معاف چھوٹا ایک بات عرض
کرنا چاہتے ہیں کہ آج وہ مذہبی تساوت اور تعصب
احتیاطات کی بنا پر ہوئی کیا انتظام کبھی تہذیب
اور امن صلح پر قائم کیا گیا مذہبی گروہ کے اور پیشواؤں
کے لیے تو بہت وسیع میدان ہے۔ وقت کی صورت
میں عیسائی پادریوں کا گروہ تو بڑی اصلاح احمد پر
خلافت غیر عیسائی مالک میں گروہ مشنریوں کی کار بائی
کرتے اور دنیا کا کوئی گوشہ ایسا مشکل جگہ

جو ان کے مقدس تبدیل کر پہنچے اور ہونگے اگر
دلیکن بھی ہمیشہ خونریزی پر ختم ہوئی صلح جنگی ہوئی
بڑی ہنر دکانداری ہوگئی۔ گرد کی لڑائی رہی
عمل رہی وہ آزادی وہ اس بات پر ایک لاکھ
دیکھیں چین پر جب تمام عیسائی خانوں سلاطین و حکام
یکسر کی صلح جو بزرگوں کی برکت تھی یہ وہی مقدس
تحریر آبادی ہی رہتے ابھی کل ہی کی بات ہے۔ ایک نیا
شاعر کہتا ہے۔ وہ التماس کیا بعد عرض مناسب
عشق جہیتا کر دیں کے طریقے بھی جا جا بنا
ہونکا عاشق کو جیتے دل آزادی نہیں۔
گر حسینوں کی نگاہیں ہے اور عشاق کے
اصول ہوتا ہو جو نگاہیں قبول کی۔ وہی ہوتا
حضرت انداز اور تمہاری شیخ سعدہ
تعلیق نظر آتی ہیں۔ ہے ہاں تو جاب
پنڈت اور مولوی یہ بھی عشق کی دلالی
کر لیجئے گر عشاق کی تمنا جو ہوگی عادت جو
اس میں فساد پیدا کر [illegible]
کیونکہ [illegible] فساد [illegible]
حکومت اپنے ذاتی اغراض اور مال حقیر
کرے۔ یہ مولوی اور پنڈت سائیمن کمیشن
کا رنگ کو میں حکومت آل دے۔ اور
ہر ایک آل پر تک سے تک لیں اپنے
وظیفیں اہل عقل کا وہ من تمام کے جاؤ
بیٹھ میں اس وقت اہل عقل کا فرض ہے کہ
حسب توزیع انعام دیں اور تمام دنیا
پھر دوا و تحفے بھی رہ جائے اور فرض کرے
کے واسطے یہ نوع کی جائیداد کو ولایت سے ہر قسم کے ہنر
فنون آتے میں لوگوں کی تنخواہ دیتے ہو یا نہیں۔ کمیشن بیٹھے
کمیشن مقرر ہوئے اور پھر کر دانشوں کی جیبیں بھر لیا تھیں
یہ سب تمہیں مہذب بنانے کے لیے ہوا اور اسکی اجرت لگی
اجرت جب ہی ہو اور دو کر لے تو مولوی و پنڈت جی
کی اجرت بھی سر پر رہو۔

قطع نظر زیں نذر کی پادری صاحب سے پوچھیے۔ آخر
اتحاد و اتفاق کی ضرورت ہی کیا ہے ؎
گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن



ز غارت چمنت بر بہار منت ہاست
کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند

[illegible]

اسی اختلاف کی بدولت جو آل انڈیا کانگریس کی غرض
حکومت ہندوستان میں قائم کر دو سوراجیہ حکومت کا [illegible]
میں کافی مزا ہے اور نہایت موجود ہیں ۔ وقت ضرورت
کے لئے لگا رکھے ہیں عام خیال ہے کہ ان مولویوں اور پنڈتوں
سے کام نکلتا ہی ہے بیکار نہیں رہیں ۔

[illegible] ملک اور برٹش حکومت کے
درمیان یہی جھگڑا ہو رہا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ دال [illegible]
چل دو ہم اپنے اوپر آپ ہی حکومت کریں گے تمہاری
ضرورت نہیں حکومت کیسی بلکہ پاؤ دو قدم میں ایکا نہیں
ہر وقت ایک دوسرے کا خون ہو جائے کو آستین چڑھائے
آمادہ رہتا ہے ایسی حالت میں اگر ہم چلے دیں تو میاں
دو کشت و خون ہو کر رہ گئے [illegible] دنیا بھر ہر پر
[illegible] کرے کہ صاحب [illegible] کا خون تمہاری
گردن پر ہو [illegible] اور جگر کا [illegible]
[illegible] چلے آئے ۔ تمہاری غیرت [illegible]
آخر [illegible] گئی تھی ۔

پادری صاحب کے [illegible] حکومت
[illegible] وصال [illegible] ہو جائے
[illegible] جب [illegible] ملے [illegible] مصلح کی حاجت ہی
[illegible] کی ضرورت اسی وقت تک رہتی ہے جب تک
وصال نہیں ہوتا ۔ لہذا وصال کے بعد جو عاشق و معشوق کے
معاملات میں دخیل رہنا چاہتا ہو دوست لازم ہے کہ ہر
[illegible] حقوق [illegible] سلسلہ نہ ٹوٹنے دے
میاں [illegible] کے بعد رجوع ۔ رجوع کے بعد
پھر طلاق ہو گئے ہوتے دونوں آخرش [illegible] ہے دو چار ہوا ۔

[illegible] بھولے پادری صاحب شاید اتنا بھی نہیں
جانتے کہ زبردست عاشق کی نظر [illegible] بھی جینے نہیں
دے سکتی [illegible] اور ناز کا جواب ہونٹوں سے بصورت
[illegible] ہاتھ سے قتل [illegible]
کی [illegible] نہیں ہوتی جو خنجر ابرو اور [illegible] کی مشق پر
گردن و سینہ پیش کرتے رہتے ہیں ۔ وہاں جبر یا قسم کا
نام و نشان نہیں ہوتا ۔ عاشق [illegible]
[illegible] سے [illegible] لیتا ہے اور معشوق صاحب [illegible]
[illegible] چلے نہیں جاتے [illegible] نہیں کہ [illegible]

برٹش حکومت بڑا زبردست عاشق ہو رہی انڈیا جان ہیں
[illegible] کبھی کبھار [illegible] کرتی ہیں تو سارا
عشق [illegible] جلوہ [illegible] ہو جاتا ہے ۔ [illegible]
[illegible] مگر ان عاشقان ہند کی اصل حق عشق
ہندوستان ترک کرنے والی نہیں ۔ اس کے عشق میں اگر
پی انڈیا جان کے [illegible] نے قتل [illegible] کیا گیا ۔ کبھی
[illegible] گلابی رخسار [illegible] بیٹھے
[illegible] عاشق [illegible] کے [illegible] تحمل کی [illegible] دکھانے
لگے گا ۔

[illegible] ہو [illegible] ان [illegible]
[illegible] ہوں گی ۔ [illegible] مجنوں کا [illegible]
ہو ۔ [illegible] ہاتھوں میں ولایتی
چوڑی [illegible] اپنے [illegible] کو [illegible] اس [illegible]
[illegible] ہیں ۔

[illegible]

کو کبھی دخل نہ ہو سکتا ہو ۔ یہاں سب ہی [illegible]
جان [illegible] ہے ۔ یہاں عاشق کے عوض معشوقہ جان کا
یہ کلام ہے ۔

حریف کا [illegible] زنہار
دست [illegible] رنگ [illegible] تماشا کن

یہ عاشق [illegible] امن قائم کرنے کے لیے [illegible]
[illegible] سے کام لیتے ہیں اور [illegible] امن و امان [illegible] اپنی
غرض پوری کرنے کے واسطے مارشل لا اور پبلک سیفٹی [illegible]
[illegible] میں زبردستی ٹھونستے ہیں ۔

ہر شعر پر تعریف کرنے والے اہل [illegible] (اخبار [illegible])
کو اگر پادری صاحب کے اس [illegible] پر اعتماد ہو تو ہو ۔
[illegible] کو [illegible] ہوتی ۔
ہاں اگر پادری صاحب حکومت کو [illegible] ان
[illegible] کے تحت [illegible]
[illegible] مجبور کر دو تو ہم
سمجھتے کہ ہاں بھئی پادری آدمی ہے عقلمند ۔ [illegible]
[illegible] رہا اپنی طبیعت کا
اپنے نفس تعلیم کا اپنے [illegible] ۔ [illegible] اپنے مذہب کے
اختلاف کو [illegible] فائدہ اٹھایا اور
[illegible] الغرض [illegible] انہوں نے [illegible]

کے ساتھ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کہ ہندوستان ایک [illegible]
[illegible] رخصت ہو گئی ہے ۔

[illegible]
[illegible]

رستم
نقاش [illegible]

سمن برائے انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر [illegible] ۱۹۲۹ء

دیوانی منصفی نگرام بمقام نگرام ضلع ہردوئی ——
مساۃ [illegible] سکنہ [illegible] پرگنہ [illegible]
ضلع ہردوئی (مدعی)
بنام
[illegible] (مدعا علیہ)

بنام [illegible] سکنہ [illegible] ضلع ہردوئی ۔

ہرگاہ مدعیہ نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] مقدمہ کے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] مقدمہ کے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] مقدمہ [illegible]
سماعت و فیصل ہوگا ۔

آج بتاریخ ۲۵ ماہ اپریل ۱۹۲۹ء میرے دستخط اور
مہر عدالت سے جاری کیا گیا ۔

وقت حاضری [illegible] ۱۰ بجے [illegible]
تنبیہ [illegible]

مہر عدالت ۔ نقل دستخط ۔ [illegible]

مولانا پنچ کی نوٹ بک

زنانِ شمشیر زن

سنتے آئے ہیں کہ "در خیمہ زن" لڑائی جھگڑے بکھیڑے کی جڑ ہیں۔ افغانستان میں مرد اور بچے کی لڑائی مدت سے چھڑی ہوئی ہے۔ اب حبیب اللہ بچہ سقو کو اس بات پر بھی فخر ہے کہ ان حضرات کا بچہ شہریار افغانستان کی مدد میں ایک ہزار پانچ سو زنانِ شمشیر زن آمادہ ہوکے خم ٹھونک رہی ہیں۔ اب تو بچہ سقو کی دم میں نمدے کا لاٹا کہو کہ یا رسن زنان کے رگڑوں سے ڈالیوں بچائے جانے کی کوئی تدبیر یاد ہے؟ ہم تو سمجھتے ہیں کہ میاں بھاگتے رستہ نہ ملیگا۔ کیا معنی کہ اب اسلام کی باگ کسی ایسے ویسے کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ خیر دیکھے لوگ اسلام میاں غازی شہریار کو۔ جو وہ کہیں گے وہی اسلام ہے۔ وہ حدیث عمل کے قابل نہیں جس کا مفاد یہ ہے کہ عورتوں کی سرداری یا قیادت میں جو قوم ہوگی وہ فلاح نہیں پا سکتی۔ یہ مقولہ بھی نادرست ہے کہ عورتوں کے بھرتے پر رہنا مردانگی کے خلاف ہے۔ مطلب تو غازی ہی ہے جو زنانے سپاہیوں کی لوٹ میں چوٹ بچائے۔ اس سے فائدہ یہ ہے کہ جورو کبھی رانڈ نہیں ہوتی۔ ہندا بچانی بھی کبھی رانڈ ہوگی۔ دیوبند کے علماء یا افغانی شہر بانو رانڈ نہیں جاتی میں گلا پھاڑ رہیں کہ بلا عورتوں مجبوروں اور بڈھوں پر سے خدا نے جہاد ساقط کیا ہے انہیں صرف دافعت جدید دست کی تکلیف دی ہے ان کی آواز نقارۂ شتر کی طرح فوج میں تک پہنچے گی ذرا سا آنکھ اٹھی خطوط بنا دی ہوئی بیچ ادھر میں غائب ہو جائے گی اور اگر کسی مخالف کے کان میں سر سراتی ہوئی گھسی بھی آوارہ ذیل کا میدان تنگ نہیں۔ تو ذرا کوئی ایسا واقعہ نظیر میں پیش کر دیگے جس میں بعہد رسالت کسی عورت نے غیرت یا عزت کے جوش میں آکے اپنے باپ بھائی بیٹے یا شوہر کا انتقام قاتل سے لے لیا ہو بس دنیا کہے گی آمنا صدقنا۔ شہریار غازی کا یہ فعل عین مطابق شریعت ہے۔ اور بے میش کا معاملہ بوالعجبی ہے اس قیاس مع الفارق کی رد بھی نہ تھی۔ ذہنِ مردانگی نے اسلام پر وہی جو ایک خبر دار صاحب کہتے ہیں کہ عبلاقی میر روشنی کی

ابتدائی شخص ہو گئے کہ سند کا نام آئے گی؟

جرائد الافواہ والمفوات

آجکل وہ اخبار کا ذکر کسی گنتی شمار میں نہیں جو بھوجو خرافات بغیر دن وسوسات۔ سر خیز افواہ سرایہ اور دروغ بے سیاہ بھی پر لگی مشتہر بنا لگی تو۔ مار لوگ خواہ مخواہ اپنا دل خوش اپنی تجارت مقبول ہونے کے لئے کچھ خبریں گڑھ کے شایع کر دیتے ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ افغانستان کو بھی باقاعدہ تنخواہ یاب فوج رکھنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ زمانۂ جنگ میں ہمیشہ فوج اس طرح بلائی جاتی تھی جس طرح صدقے کا گوشت کھلانے کیلئے چیلیں بلائی جاتی ہیں۔ "انڈے بچے والی چیل جھپو" ادھر اعلان ہوا ادھر قبیلے چلے۔ جدھر ان جرگوں کی جماعت زیادہ ہوئی اسی طرف ظفر نے بھی منہ پھیر لیا۔

فوجی مدرسہ پہلے ہی تھا ابھی ہے۔ اس مدرسے کی بدولت پوری توپ کی تو مگر چلی اور توپ یا گولی یا بندوق کا استعمال سے واقف ہو یا انگریز تو نوں کو گھوڑی جنگی مدرسہ ہوا۔ حضرت شہریار غازی کی طرف سے یہ دیکھیا۔ دشمن بچایا۔ اگر یہ صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ اگر ایسے سنوائی اخباری کا ذخیرہ افغانستان میں ہوتے تو سرور شہریار غازی کو فائدہ پہنچ جاتے بر حال "ذکر العیش نصف العیش" کے مطابق آجکل کثرت سے ایسی مجہول النسب خبریں جن کے ماں باپ کا حال کسی کو معلوم نہیں ہوتا گھڑے سے شایع ہو رہی ہیں یا انجانی حاشیہ آرائی کے ساتھ ان کو مشہور کیجئے اور کے عبدالرحمن خیابانی کا خاندان کی غفلت پر ہنسے یا رونے کا آپ کو اختیار ہے۔ ہم تو صرف نقل کرتے ہیں۔ تحقیق خبر کے ذمہ دار ہیں۔

۱۔ سقو بچے کے بہلانے میں ترتیب جنگ کے اثنا میں گولی لگی۔ اس گولی کا نعرہ دیکھیے اسنروی گولی کو بل دریا نکلے جبیں پر تو کہاں یہ کارگر نہیں ہے؟ سرحدی سید وہ خبریں جو گیا یعنی بچکل سقو کو گولی لگی۔ ۲۔ جنگ ہو رہے سٹھیا۔ بچے ہندوستان کو سرفراز کرنے والے ہیں۔ ایک ہی روزی اور کبھی موت واد قتل ملالہ۔ کیا قبض کشا گولی ہے۔

۳۔ جنرل نادر خان کی سیاسی بلا سیر لیمفرے کا باعث ہے بلکہ تو ذکر مشقہ کی سادی فوج تک جا میں اڑادی قتل یا الضرادی ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمیں حضور نصیحت کی ایک بیٹی سے وصل کی تھی۔

۳۔ بچہ سقو کا باپ مارا گیا گر یہ سب باپ ایک کا بیٹا نہیں ہوا۔ ابھی افواہ معقول ہے تو یہ شخص نالائق ہے جب تک اتنی بڑی فوج لیے دوڑتا رہا ہے اگر اسکی اسلام خود پرستی سے تعلق علماء یا علماء کابل نادان نہ ہوتے تو بھلا اسکی مجال تھی کہ وطن بچہ کے شہریار غازی اور بھائی عنایت اللہ کو بیک بینی و دو گوش سلطنت سے نکالا اور ان کے انتقام خاتم کا بل سے فرار کرنے پہ مجبور کرتا۔

۴۔ بچہ سقو نے اپنی آدھی فوج کے پیٹ کاٹ کے کونڈا بنا دیے۔ گھوڑوں کے لیے تو بنے ورکار رکھے۔ بالاتفاق آسمان تھا اب کس بوتے پر شہریار غازی کا مقابلہ کرے گا۔ یہ جیلیں اور فوج روس سے سیکھے ہیں تبدیلا اور دیسوں کے بارے میں بھی اس کی نو خیز اخبار مشہور ہوئے تھے۔

۵۔ کچھ دل اللہ سقا اللہ تعالیٰ الشقیہ و الذین کی عجب حیرتیں ہیں بچے گھرانے کی تمام حسین خواتین بچہ کے فوجی سپاہیوں کے حوالے کر دیں اب میدان جنگ جنگ میں بچہ سپاہی شان فرگان ہو کرکے کاش کہ شہریار غازی کابل میں جنگ لڑنے ان وقار اور [illegible] ستقسیم کرنے کیلئے بھی بتائیں لیکن اسکی ضرورت نہیں اس لیے کہ ان سپاہیوں کو رنڈیاں آتشک اور بادِ فرنگ دونوں نے خود ہی فرش خاک کر دیا ہوگا بچہ سقو شاید اپنی خبر کے ایسی آگ بری جگہ سے لگی ہو وہ کیا ٹھنڈی ہوگی۔ زہے اقبال شہریار جنگل بتا ر۔

۶۔ اگر ہندوستان سے افغانستان کی سرحد متصل ہے اور اہل ہند نتائج کی راہ میں بیدہ انتظار فرش کیے بیٹھے ہیں مگر روایات ایسی گھڑو جو قرین عقل ہو اوپر کی بیہودات بیت سے یہ بیل منڈھے چڑھنے والی نہیں۔ مگر دشمن عقل بچہ سقا کی طرف سے اہل ہند کے تنور سینہ میں تم نے یہ افواہ اڑا کے آگ روشن کی کہ لوٹنے سو ہندوؤں کی جنگ لوٹ لی تو بچائے اہل ہند کیا بنا لیں گے۔ آرزو مندی گالیوں کے بچھڑے چیتو بونے والا یہاں پر اتنی دور سے کیا اثر کر سکتے ہیں۔ اہل ہند کا ایک نیک ذی فہم صاحب علوم یا مادہ مشتغر اخبر صاحب کی ضرورت ہے وہ صاف نہ میاں غازی صاحب میں ہیں۔ نہ سقا جانتے ہیں۔ انجانب کی دولت میں دو کی بیکساں ہیں اور پرستوں کو بھی رائے کا اختیار ہے۔ والسلام

اودھ پنچ لکھنؤ ۱۹۲۹ء | رجسٹرڈ نمبر اے ۴۸۲ | جلد چہاردہم

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کا غذ پر لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی

مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لیکے زمانۂ حال تک صدہا استادان فن کی گائکی ادا انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور دھری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

استاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگوں کی دُھرپد اور دھریاں اس کتاب میں انکے نقل کی گئی ہیں۔ لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ خود استاد تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپ کو اس کتاب میں ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا تمام ہندوستان کے استادوں کا سرمایۂ ناز اس میں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ

محصول ڈاک ہر حال ذمۂ خریدار۔

المشتہر۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ۔